❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت رمضان المبارک
وقت 5-7 منٹ

ماہِ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمودات و ارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر3)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ:184)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو یعنی عید مناؤ اور اگر دھند یا بادل کی وجہ سے انتیس تاریخ کو چاند نہ دیکھ سکو (یا چاند اُس روز ہوا ہی نہ ہو) تو شعبان اور اِسی طرح رمضان کے تیس دن پورے کرو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 272 صفحہ 313)

سجدہ کناں ہوں در پہ ترے اے مرے خدا
اٹھوں گا جب اٹھائے گی یاں سے قضا مجھے

سامعین کرام آپ! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان و روزہ کی فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

لیلۃ القدر کی تلاش

فرمایا:

”یہ رمضان کا آخری عشرہ ہے اور اس آخری عشرہ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کے اندر ایک ایسی رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں خاص طور پر سنتا ہے۔ اس رات میں اس کے بندے جو کچھ طلب کرتے ہیں وہ دیتا ہے۔ اور جو چاہتے ہیں وہ پورا کرتا ہے۔ اور آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے رمضان کے آخری عشرہ میں اسے تلاش کرو۔ (بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر) گو جیسا کہ میں پہلے کئی دفعہ بتا چکا ہوں یہ ضروری نہیں کہ آخری عشرہ میں ہی وہ رات آئے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے اور بعد میں آنے والے صلحاء اور اولیاء اللہ کے تجربہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ **یہ رات بالعموم آخری عشرہ رمضان میں آتی ہے۔**

اس رات کی برکات بہت سے اولیاء نے خود مشاہدہ کی ہیں اور اپنی روحانی آنکھوں سے اُن انوار کو آسمان سے اترتے دیکھا ہے جو انوار ایک دم میں تاریک دن کو نورانی بنا دیتے ہیں اور متفکر انسان کو تمام دنیا میں سب سے زیادہ خوش کر دیتے ہیں۔ یہ تو ایک منٹ کے لئے بھی کبھی خیال نہیں کیا جا سکتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ اس گھڑی میں جو رمضان کے آخری عشرہ کی کسی رات میں آتی ہے جو آدمی جو کچھ بھی مانگے وہ اُسے مل جاتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر دین کے معاملہ میں امن و امان اٹھ جاتا ہے۔ اور لیلۃ القدر اس دعائے گنج العرش کی طرح رہ جاتی ہے جس کے متعلق جاہلوں میں یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ وہ ایسی دعا ہے جس سے انسان جو چاہے حاصل کر سکتا اور ہر قسم کی تکلیف سے بچ سکتا ہے.... اگر لیلۃ القدر بھی اسی کی طرح ہو کہ خواہ کوئی ڈاکہ ڈالے، چوری کرے، قتل کرے، انبیاء کو گالیاں دے، شریعت کے کسی حکم پر عمل نہ کرے۔ لیکن اس رات دعا مانگ لے تو انبیاء کی دعائیں رد ہو جائیں مگر اس کی دعا رد نہ ہوگی۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ پھر کسی کو نیک

اعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً ایک شخص اس رات یہ دعا مانگ لے کہ میں جو چاہوں کروں لیکن جاؤں جنت کے سب سے اعلیٰ مقام میں اور اعلیٰ درجہ میں اور یہ دعا ضرور قبول ہونی ہے۔ تو پھر خواہ وہ کچھ کرے جنت میں ہی جائے گا۔ مگر یہ بات اسلام کی تعلیم اور اسلام کے مغز کے قطعاً خلاف ہے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ اس رات میں ایک خاص گھڑی ہوتی ہے جب کہ برکات نازل ہوتی ہیں۔ اور خصوصاً جمعہ کی رات کو اس سے بڑا تعلق ہے تو اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اس گھڑی میں خواہ کوئی دعا کی جائے خدا تعالیٰ کو ضرور منظور کرنی پڑتی ہے اور وہ اسے رد نہیں کر سکتا۔ بلکہ **اس کے لئے کچھ حد بندی کرنی پڑے گی جس کے ماتحت اُس وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔** اب یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ حد بندیاں کیا ہیں۔ وہی ہیں جو شفاعت کے متعلق ہیں۔ یعنی ایک ایسا شخص جو کوئی ایسی چیز مانگتا ہے جو خدا تعالیٰ کے قانون کے ماتحت دی جا سکتی ہے لیکن بعض عارضی روکیں پیدا ہو گئی ہیں جو امکانِ قدرت سے تعلق نہیں رکھتیں یا اس انسان کے درجہ سے تعلق نہیں رکھتیں۔ وہ ایسے موقع پر مانگے گا تو اسے مل جائے گی۔ ورنہ اگر اس کا یہ مطلب ہو کہ خواہ کوئی کچھ کرے جو دعا بھی اُس وقت مانگے وہی قبول ہو جائے گی تو ہو سکتا ہے کہ ایک شخص رمضان کے پہلے بیس روزے نہ رکھے، نہ نمازیں پڑھے، نہ کوئی اَور نیک کام کرے لیکن جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو تو مغرب کی نماز کے بعد سے لے کر صبح کی نماز تک دعا مانگتا رہے۔ اور دن کو سو جائے نہ ظہر کی نماز پڑھے نہ عصر کی۔ پھر رات کو یہ دعا مانگنا شروع کر دے کہ میں جو چاہوں کرتا رہوں مجھ سے کوئی باز پُرس نہ ہو اور میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر جنت میں رکھا جاؤں یہ ہرگز مفہوم نہیں ہو سکتا اُن حدیثوں کا جو لیلۃ القدر کے متعلق آئی ہیں۔
دعا وہی سنی جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کے قانون کے ماتحت قبول ہونی ممکن ہو مگر عارضی روکوں کی وجہ سے قبول نہ ہو سکتی ہو۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9/اپریل 1926ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے:

"اصل بات یہ ہے کہ ہر مومن پر روحانیت کی بلوغت کا زمانہ آتا ہے۔ آخر ہر شخص پیدائش کے وقت سے تو روحانیت میں کامل نہیں ہوتا۔ اکثر لوگوں پر جسمانی بلوغت کے بعد ہی کسی وقت روحانی بلوغت کا زمانہ آتا ہے۔ بعض کو جوانی میں بعض کو ادھیڑ عمر میں اور بعض کو بڑھاپے میں اور بعض کو بڑھاپے کے آخر میں۔ جس رات بھی کسی مومن کی نسبت اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ اب سے یہ ہمارا قطعی جنتی بندہ ہے وہی اس کی لیلۃ القدر ہے اور اس کے لیے رمضان کی کوئی شرط نہیں۔ سارے سال میں کسی وقت کسی کی لیلۃ القدر آ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن رحیم ہے اور اس کی یہ دونوں صفات ہر وقت ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ پس ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں کے معین اوقات کے علاوہ کوئی اور سلسلہ بھی اس کے فضلوں کا ہوتا جو ہر وقت اور ہر لحظہ ظاہر ہوتا رہتا اور یہ انفرادی فضلوں کا ہی سلسلہ ہے۔ کسی مومن بندہ کی لیلۃ القدر کسی دن آ جاتی ہے۔ کسی کی کسی دن۔ اور اس طرح روزانہ سارے سال میں اللہ تعالیٰ کے فضل اس کے نیک بندوں پر نازل ہوتے رہتے ہیں۔ پھر سال میں ایک دفعہ قرآن کریم کے نزول کی یاد میں ساری امت پر ایک ہی رات رمضان کے آخری عشرہ میں اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہوتا ہے۔ اور وہ لیلۃ الکبریٰ ہوتی ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد 13 صفحہ 282 ۔ 283)

نیز فرمایا کہ

"لیلۃ القدر آتی تو ہر سال ہے مگر ہر شخص کو وہ رات میسر تو نہیں آ جاتی۔ جو لوگ سچے تقویٰ اور سچی نیکی سے خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں انہیں خاص توجہ اور خاص خشوع و خضوع کی حالت میں وہ میسر آتی ہے۔ یعنی گو اس کی عام برکات تو عام مسلمانوں کو ہر سال ہی مل جاتی ہیں لیکن اس کا کامل ظہور جبکہ انسان کو یہ معلوم بھی ہو جاتا ہے کہ آج لیلۃ القدر ہے، خاص خاص آدمیوں کو اور کبھی کبھی ہی نصیب ہوتا ہے۔ یہ تجربہ درمیانہ درجہ کے مومنوں کو اپنی عمر میں کبھی ایک دفعہ یا دو دفعہ نصیب ہوتا ہے۔ پس اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں لیلۃ القدر مل جائے اسے سمجھنا چاہیے کہ اس کی ساری عمر کامیاب ہو گئی اور عمر کا اندازہ تراسی سال لگا کر بتایا ہے کہ ایسے شخص کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ رات اس کی باقی عمر سے افضل ہے اور اسی رات کی خاطر اس کی زندگی گزری ہے اور یہ رات اس کی زندگی کا نچوڑ ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد 13 صفحہ 491)

فرمایا:

"لیلۃ القدر ہر انسان کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اُس کے لئے ہے جو خود اسے اپنے لئے پیدا کرتا ہے۔

یہ نہیں کہ اس عشرہ میں وہ خاص گھڑی اس لئے رکھ دی گئی ہے کہ جو چاہے اس سے فائدہ اٹھالے۔ بلکہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے اعمال کے لحاظ سے اس کے مستحق ہوتے ہیں اُن کے لئے یہ بنائی جاتی ہے۔ پس یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے کہ لیلۃ القدر اس رات میں پیدا نہیں کی جاتی جس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ بلکہ پچھلے سال اور پچھلے مہینے اُسے بناتے ہیں۔

جس کے پچھلے اعمال اعلیٰ ہوں گے۔ اُسی کے لئے لیلۃ القدر ہو گی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر میں یہ اشارہ ہے کہ جس کے ابتدائی ایام نیکی میں گزرتے ہیں اس کے انتہائی ایام میں بھی خدا تعالیٰ کی تائید اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ رمضان کے ابتدائی ایام میں جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اُس کے لئے آخری ایام میں ایسا وقت آتا ہے کہ خدا اُس کے لئے فضل نازل کرنے کا خاص موقع رکھتا ہے۔ پس لیلۃ القدر میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر انسان اپنی زندگی کی ابتدائی گھڑیوں کو خدا تعالیٰ کی رضا میں صَرف کرے تو اس کی انتہائی گھڑیاں خدا تعالیٰ خود اپنی رضا میں صَرف کرا لے گا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9/ اپریل 1926ء)

فرمایا:

"اس ماہ کے آخری عشرہ میں ایک شب ہوتی ہے۔ جس کو لیلۃُ القدر کہتے ہیں۔ وہ اس عشرہ کے وتر دنوں میں خصوصاً ہوتی ہے۔ یہ رات بڑی برکت والی ہے۔ ان ایام میں اس شب کی تلاش کریں۔ اور اس میں برکت حاصل کریں۔ پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے لئے دعائیں کرو اور اپنی ذمہ واریوں کو سمجھو۔ تم لوگوں نے عہد کیا ہے کہ تم خدا کے نام کو پھیلاؤ گے۔ مگر اس کے رستہ میں بعض روکیں ہیں اور افسوس ہے کہ ان میں سے بعض خود تمہاری پیدا کردہ ہیں۔ مثلاً آپس کا لڑائی جھگڑا ابھی بہت بڑی روک ہے۔ آپس کے لڑائی جھگڑے کو لیلۃُ القدر سے ایک تعلق ہے اور وہ یہ کہ اس کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر کا وقت بھول گیا۔ چنانچہ آتا ہے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اور آپؐ نے دیکھا کہ دو شخص آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے لیلۃُ القدر کے وقت کے متعلق علم دیا تھا۔ مگر تمہارا جھگڑا دیکھ کر میں بھول گیا۔ (بخاری کتاب الصوم باب رفع معرفۃ لیلۃ القدر لتلاحی الناس) پس لیلۃُ القدر کے علم سے جو فائدہ امت محمدیہ کو ہونا تھا اس سے تمام امت دو شخصوں کے جھگڑے کے باعث محروم ہو گئی۔ یہ وہ رات ہے کہ اس میں جو نیک دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ لیکن خدا سے کچھ لینے کے لئے قربانی کی ضرورت ہے اور وہ قوم کہاں قربانی کر سکتی ہے جو ایک دوسرے کے خون کی پیاسی ہو۔ تم میں سے بعض لڑتے ہیں اور اس لڑائی سے جماعتی اور ملی فوائد کو ذاتی فوائد یا جھگڑے پر قربان کر دیتے ہیں مگر ایسے لوگوں کو معلوم نہیں کہ ذاتی عزت بھی جماعت ہی کی عزت ہوتی ہے اور اگر جماعت کی عزت نہ رہے تو اس کے افراد بھی ذلیل ہو جائیں۔"

(خطبہ جمعہ 19/ مئی 1922ء)

ہر مہینہ رمضان اور ہر رات لیلۃ القدر بن سکتی ہے

فرمایا:

"کوئی تعجب نہیں کہ آج کا روزہ آخری روزہ اور رمضان المبارک کا آخری دن ہو اور اس لحاظ سے یہ ان خاص برکات کا جو رمضان کے آخری عشرہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں آخری دن ہے اور ہم میں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس کے لئے اس سال کا یہ دن نہ صرف آخری دن ہو بلکہ ہمیشہ کے لئے آخری دن ہو۔ اور اس کے بعد اس کو زندہ رہنا نصیب نہ ہو۔ پس اس کی ہر ساعت کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور خدا تعالیٰ کے دروازہ کو کھٹکھٹانے میں کوئی کوتاہی نہ کرنی چاہیے..... ہمارا خدا دنوں، مہینوں، سالوں، صدیوں اور زمانوں میں محدود نہیں ہے۔ زمانہ اس پر کوئی اثر نہیں کرتا۔ کیونکہ زمانہ اس کی مخلوق اور وہ اس کا خالق ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ فلاں سال فلاں مہینہ یا فلاں دن وہ دعائیں سنتا ہے ایسا کہنا اس کے اقتدار اور طاقت کی حد بندی کرنا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی ذات ہر قسم کی حد بندیوں سے آزاد اور پاک ہے۔ جس طرح وہ رمضان میں دعائیں سنتا ہے اسی طرح ہر روز سنتا ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس قابل بنائے کہ ہر دن اس کے لئے رمضان کا دن ہو۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ رمضان کی کوئی خاص برکت نہیں۔ بے شک اس کا بھی بہت بڑا فائدہ ہے۔ اگر رمضان کے دنوں کی دعاؤں میں تم کوئی لذت محسوس کرو تو سمجھ لو کہ ہر روز تمہارے لئے رمضان ہو سکتا ہے اور اگر رمضان کے آخری عشرہ میں کوئی لذت محسوس کرو تو جان لو کہ ہر ایک دن تمہارے لئے آخری عشرہ بن سکتا ہے۔ یہ دن بطور نمونہ کے ہوتے ہیں تا کہ اس نمونہ سے لذت حاصل کر کے باقی تمام دنوں میں لذت کو محسوس کیا جائے۔

خدا تعالیٰ کا ایسے دنوں کو خصوصیت دینے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو بتائے کہ میرے پاس ایسے بابرکت عشرے اور مہینے ہیں جن میں دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں۔ اور انسان دعاؤں میں خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ پس جو شخص ان برکات کو حاصل کرنا چاہتا ہے وہ نہ صرف انہی دنوں میں بلکہ تمام دنوں میں وہی برکات اور ویسی لذت حاصل کر سکتا ہے۔ پس یہ نمونہ ہے جو تمہیں دیا گیا ہے۔ آگے آپ لوگ کوشش کر کے ایسے عشرے ہمیشہ کے لئے خرید سکتے ہیں۔ پس دعائیں کرو اور بہت کرو۔"

(الفضل 7مئی 1925ء)

ہر رات اپنے اندر لیلۃ القدر جیسی برکات رکھتی ہے

فرمایا:

"پس جس شخص نے یہ محسوس کر لیا کہ رمضان ہی نہیں بلکہ ہر مہینہ بابرکت ہے اور لیلۃ القدر ہی خاص برکات والی رات نہیں بلکہ ہر رات اپنے اندر برکتیں رکھتی ہے اور جس نے رمضان اور لیلۃ القدر سے نمونہ لے لیا۔ ایسے شخص نے زیادہ فائدہ حاصل کیا بہ نسبت اس کے جس نے روزے رکھے۔ اعتکاف بیٹھا اور آخری عشرہ کے دنوں میں لیلۃ القدر کو پانے کے لئے اٹھتا رہا۔ اور اس نے رمضان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا لیکن اس حقیقت کو نہ سمجھا کہ ہر مہینہ اس کے لئے رمضان اور ہر رات لیلۃ القدر بن سکتی ہے۔ رمضان اور لیلۃ القدر بطور نمونہ کے ہیں۔ جن سے اس کو فائدہ حاصل کرنا چاہیے۔ حقیقی فائدہ رمضان سے اس نے اٹھایا۔ جس نے گو بے تابی کے ساتھ رسم ورواج کے مطابق لیلۃ القدر کی جستجو نہ کی۔ اور اتنے روزے نہ رکھے جتنے پہلے نے رکھے۔ اور اتنی دعائیں نہ کیں جتنی پہلے نے کیں۔ گو بظاہر اس نے رمضان کا فائدہ پہلے سے کم اٹھایا۔ لیکن اگر اس نے یہ خیال کر لیا کہ ہر عشرہ ہی بابرکت ہو سکتا ہے۔ اور اس بات کا مصمّم ارادہ کر لیا کہ کوئی عشرہ اور رات ایسی نہ جانے دوں گا جسے رمضان اور لیلۃ القدر کی طرح سمجھ کر اس سے فائدہ نہ اٹھاؤں تو اس نے پہلے کی نسبت بہت زیادہ فائدہ اٹھایا۔ پس اگر یہ یقین اور یہ وثوق تمہارے اندر پیدا ہو جائے کہ ہر عشرہ آخری عشرہ اور ہر ماہ رمضان ہو سکتا ہے تو مَیں کہتا ہوں یقیناً ہر عشرہ رمضان کا آخری عشرہ اور ہر مہینہ رمضان ہو سکتا ہے اور تمہاری دعائیں ہمیشہ اسی طرح سنی جا سکتی ہیں۔ جس طرح رمضان اور اس کے آخری عشرہ میں سنی جاتی ہیں۔ تم یہ یقین اور وثوق اپنے اندر پیدا کرو۔ اور دعائیں کرو۔"

(الفضل 7مئی 1925ء)

رمضان کے آخری عشرہ میں ہی نہیں بلکہ بعد میں بھی لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہیے

فرمایا:

"پس لیلۃ القدر اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ ایک انسان جس نے اپنی ساری عمر خدا تعالیٰ کی رضا اور اُس کے دین کی خدمت میں صرف کر دی وہ کمزور ہو جانے کی وجہ سے جب جہاد کے لئے نہیں جا سکے گا یا مالی قربانی نہیں کر سکے گا۔ اُس وقت اُس کے دل میں جو نیک ارادے پیدا ہوں گے اُن کا ہی اس کو اتنا ثواب ملے گا جو جوانوں کو ان کے کاموں کا نہیں ملے گا۔ کیونکہ ان کی زندگی کی تو ابھی ابتداء ہوئی ہے۔ اور وہ اپنی زندگی اور قویٰ خرچ کر کے انتہاء کو پہنچ چکا ہے۔

پس لیلۃ القدر پیدا کی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں کام کرنے والوں کے انجام کی خوبی کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ مگر دوسری طرف اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کا انجام اچھا نہیں ہوتا تو معلوم ہوا اس کی ابتداء بھی اچھی نہ تھی۔ اور اس کی ابتدائی خدمات نیک نیتی اور خلوص پر مبنی نہ تھیں۔

پس لیلۃ القدر سے یہ سبق مل سکتے ہیں۔ اول یہ کہ جو انسان خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ ابتداء سے کام کرے گا اُس کا انتہاء اچھا ہو گا۔ اور دوم یہ کہ اگر کسی کے لئے لیلۃ القدر کی حالت پیدا نہیں ہوتی تو معلوم ہوا گو اُس کا پہلا زمانہ بظاہر اچھا معلوم ہوتا تھا اور وہ اچھے کام کرتا نظر آتا تھا مگر اس میں کچھ ایسے نقص تھے کہ جن کی وجہ سے اُس کی خدمات قبول نہ ہوئیں اور خدا تعالیٰ نے اس کے اعمال کے تسلسل کو جاری نہ رہنے دیا۔

ان دو سبقوں کے ماتحت دوستوں کو صرف رمضان میں ہی نہیں اور رمضان کے آخری عشرہ میں ہی نہیں بلکہ بعد میں بھی لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہئے۔ اور اپنی زندگی کے آخری عشرہ کے لئے ایسے سامان مہیا کرنے چاہئیں کہ انہیں لیلۃ القدر کے فیوض حاصل ہو سکیں۔.... یہی سبق ہے جو خدا تعالیٰ لیلۃ القدر سے مومنوں کو دیتا ہے اور

اس کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم رمضان کی لیلۃ القدر سے بھی فائدہ اٹھائیں اور انسان کی زندگی کی جو لیلۃ القدر ہوتی ہے اُس سے بھی مستفیض ہوں۔ ہم خدا تعالیٰ کی گود میں ہوں اور ہمارا آخری انجام اِسی طرح ہو جس طرح لیلۃ القدر کے متعلق وعدہ کیا گیا ہے۔"

(الفضل 13/اپریل 1922ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی اہمیت اور افادیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"ہر عقل مند انسان سمجھ سکتا ہے کہ انسانی عمل کا آخری حصہ زیادہ جاذب فضل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی سے تعلق اور محبت پیدا کرنے کے لئے اس کی خدمت کرتا ہے اور پانچ یا دس مواقع اس کی خدمت کے حاصل کرلیتا ہے۔ تو ہر موقع اس کے مخدوم کی محبت کو بڑھانے کو موجب ہوگا۔ جوں جوں رمضان خاتمہ کے قریب پہنچتا ہے۔ بندے کی گھبراہٹ بھی بڑھتی جاتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اگر اب ان دنوں سے بھی فائدہ نہ اٹھا سکا تو مجھ سے زیادہ بدبخت کون ہوگا کہ روزے آئے اور گزر گئے اور مَیں یوں ہی محروم رہا اور یہ دونوں چیز مل کر لازمی طور پر رمضان کے آخری دنوں کو خدا تعالیٰ کے افضال کا زیادہ جاذب بنا دیتی ہیں۔"

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 413-414)

سامعین! آخری عشرے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ الْمِئْزَرَهُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ۔ (صحیح بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان) یعنی جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمر کس لیتے اور رات بھر جاگتے رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔

حضرت مصلح موعودؓ حضرت عائشہؓ کی مذکورہ روایت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"غور کرو یہ کیا الفاظ ہیں؟ کس نے کمر کس لی؟ اُس نے جس کی تمام راتیں جاگتے اور دن عبادات میں گزرتا تھا اور ہر ایک گھڑی خدا کی یاد میں بسر ہوئی ہوتی تھی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ جن کے تعلق اور وابستگی کی یہ کیفیت تھی ان کے متعلق عائشہؓ کہتی ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ میں کمر کس لیتے تھے۔ اس بات کو عائشہ صدیقہؓ ہی سمجھ سکتی تھیں اور کسی کے لئے اس کی حقیقت سمجھنا آسان نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کمر کھولتے ہی نہ تھے اور آپؐ فرماتے کہ جب مَیں سوتا ہوں تو درحقیقت اس وقت بھی جاگ ہی رہا ہوتا ہوں۔ چنانچہ فرمایا۔ میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل جاگتا ہے۔ (بخاری کتاب المناقب باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عَیْنُہٗ وَلَا ینام قلبُہٗ)

پس جب آپؐ بستر پر جاتے ہیں اُس وقت بھی آپ کی کمر نہیں کھلتی تو اور کس وقت کھولتے تھے۔ درحقیقت یہ قول ایک بہت بڑے معنی رکھتا ہے جو قیاس میں بھی نہیں آسکتے اور ان کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے آپ کی صحبت اُٹھائی ہو۔ بعد میں آنے والے اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں راتوں کو جاگتے اور رشتہ داروں کو جگاتے اور خود کمر کس لیتے تھے۔ یعنی جن کی کمر ہر وقت کسی رہتی تھی وہ بھی کس لیتے تھے۔ اس سے سمجھ لو کہ جن کی کمر ہمیشہ ڈھیلی رہتی ہے ان کے لئے رمضان میں کس قدر توجہ کی ضرورت ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/جون 1919ء)

عیدالفطر

سامعین! حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ عید کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"رمضان گزر گیا اور وہ دن آگیا جسے عید کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رمضان ہمیشہ ختم ہو جاتے ہیں اور خدا اپنے بندوں کے لئے عیدیں بھیج دیتا ہے۔ لمبے سے لمبا عرصہ امتحان کا جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے رکھا ہے رمضان کا مہینہ ہے۔ تیس دن خدا کے بندے روزے رکھتے ہیں بھوکے رہتے ہیں' پیاسے رہتے ہیں، شہوانی تقاضوں سے بچتے ہیں، راتوں کو جاگتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں، تلاوت قرآن کریم زیادہ کرتے ہیں' ذکر الٰہی کرتے ہیں اور بعض تراویح بھی پڑھتے ہیں۔ غرض یہ تیس دن کا مہینہ دینی لحاظ سے عجیب لطف اور مزے کا مہینہ ہوتا ہے لیکن جسمانی لحاظ سے ایک امتحان ہوتا ہے کیونکہ خدا کے بندے بھوکے اور پیاسے رہتے اور شہوانی تقاضوں سے اپنے آپ کو مجتنب رکھتے ہیں لیکن یہ ابتلاء ایک مہینہ کے بعد ختم ہو جاتا ہے اور خدا اپنے بندوں کے لئے عید کا دن لے آتا ہے۔ اس طرح مومنوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے مشکلات پیدا ہوتی ہیں تو وہ ہمیشہ عارضی ہوتی ہیں اور ان کے بعد جلد ہی خوشی اور راحت کا دن آجاتا ہے۔"

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 321)

حضورؓ فرماتے ہیں:

”عید اسی کی ہے جس کا دل خوش ہو اور دل اسی کا خوش ہو سکتا ہے جس کو اس کا خدا مل جائے یا اس کے حصول کے ذرائع مل گئے ہوں۔ اور جو خدا کے انعام کا وارث ہوتا ہے دنیا اس کو دیکھ کر حیران ہو جاتی ہے کیونکہ خدا کے عبد کے لئے کوئی رنج نہیں وہ نفس مطمئنہ ہوتا ہے اور ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں خدا اس سے راضی اور وہ خدا سے راضی۔ یہ عید اس کے لئے خدا کی رضا کے لئے نشان ہو جاتی ہے خدا کے فرشتے اس کے محافظ اور پہرہ دار ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی ہی عید نصیب کرے۔“

(خطبات محمود جلد ا صفحہ 69-70۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 30/جون 1919ء)

عید کی خوشی اُس کے لئے ہے جس نے خدا کے حکم کو پورا کیا

فرمایا:

”عید دل کی خوشی کا نام ہے اور جس کا دل خوش نہیں اس کے لئے کوئی عید نہیں اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ لوگ جو آج خوش ہیں اور تم میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ آج عید ہے کیا کل کے اور آج کے دن میں کوئی فرق ہے؟ جیسا کل تھا ویسا ہی آج ہے وہی حالت ہے پھر کیا اس لئے خوشی ہے کہ بعضوں نے عمدہ کپڑے پہنے ہیں، یا کیا اس بات کی خوشی ہے کہ بعضوں نے عمدہ کھانے تیار کیے ہیں۔ اگر یہی ہے تو کیا کل نئے کپڑے نہیں پہنے جاسکتے، یا اچھے کھانے نہیں پکائے اور کھائے جاسکتے تھے۔ پھر آج کیوں خوش ہو۔ کیا اس لئے کہ لوگ جمع ہوئے ہیں؟ مگر کیا کل جمع نہیں ہو سکتے تھے۔ پھر جانتے ہو کہ آج تمہاری خوشی کا کیا سبب ہے تمہارے آج خوشی محسوس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تم پر خدا کی طرف سے فرض عائد کیا گیا تھا وہ تم نے پورا کر لیا ہے اس لئے تم خوش ہو اور یہ ایسی بات ہے کہ اس پر تم جس قدر خوشی مناؤ جائز ہے۔ پس عید خوشی ہے مگر اس کے لئے جس نے خدا کے حکم کو پورا کیا۔ تمہیں رمضان میں روزے رکھنے کا حکم تھا۔ تمہیں ایک خاص وقت سے خاص وقت تک کھانے سے منع کیا گیا تھا۔ تمہیں حکم تھا کہ بیوی سے تعلقات چھوڑو سوائے اس وقت کے جس میں تم کو اجازت تھی۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اس سے دعائیں کرو اور اس کی زیادہ سے زیادہ عبادتیں کرو سوائے مجبوری کے، اگر کسی شخص نے ان احکام کو نہیں پورا کیا کھانا پینا ایک خاص وقت تک نہیں چھوڑا، خدا تعالیٰ سے دعائیں نہیں کیں، عبادتوں میں وقت نہیں لگایا تو وہ کیسے خوش ہو سکتا ہے۔“

(خطبات محمود جلد ا صفحہ 92-94۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 29 مئی 1922ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک واقعہ سنایا کہ کس طرح لوگ عید کرنے کی خوشی میں جھوٹ بولتے رہے۔

فرماتے ہیں:

”ایک دوست نے سنایا۔ ایک شہر میں سات سال تک ایک گاؤں کے لوگ آکر قسمیں کھاتے رہے کہ ہم نے چاند دیکھ لیا ہے اور ان کی قسموں پر اعتبار کر کے وہاں عید کر لی جاتی رہی۔ آخر جب یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا وجہ ہے ہر سال اسی گاؤں کے رہنے والوں کو چاند نظر آتا ہے کیا باقی سب لوگ اندھے ہو جاتے ہیں کہ انہیں دکھائی نہیں دیتا تو ان لوگوں نے اقرار کر لیا کہ ہم عید کرنے کی خوشی میں جھوٹ بولتے رہے ہیں۔“

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 163 ۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 13 مارچ 1929ء)

عید کے دن مومن نئے کپڑے اپنے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے پہنتا ہے

فرمایا:

”بعض ایام روزہ چھوڑنے والے ہوتے ہیں اور یہ عید کا دن بھی ایسا ہی ہے جب روزہ رکھنا ناجائز ہے کیونکہ یہ دن مومن کے لئے وہی خوشی اپنے اندر رکھتا ہے جو خاوند کے گھر آنے پر ایک عورت کو ہوتی ہے۔ آج کے دن مومن یہ فرض کرتا ہے کہ میرا خدا میرے گھر آنے والا ہے مومن اپنے فعل کو عبث قرار نہیں دیتا وہ بے ایمان نہیں ہوتا۔ اسے خدا پر پورا پورا یقین ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے میں نے جو فاقے تیس دن (یا جو معذور تھا اس نے کم و بیش) خدا تعالیٰ کے لئے کئے ہیں ان کے نتیجہ میں میرا خدا مجھے مل گیا ہے گویا ان تیس ایام کی عبادت کے بعد وہ خدا تعالیٰ کے متعلق یقین کرتا ہے کہ وہ اسے مل گیا ہے اور جس طرح وہ عورت جس کا خاوند ایک عرصہ کے بعد باہر سے آئے سوگ نہیں کیا کرتی بلکہ اپنے کپڑے صاف کرتی، بناؤ سنگار کرتی ہے، گھر کی صفائی کرتی ہے، عمدہ عمدہ کھانے پکاتی ہے، اور یہ سب کچھ اس امید پر کرتی ہے کہ جب میرا خاوند گھر آئے گا تو یہ دیکھ کر خوش ہو گا کہ مکان آراستہ پیراستہ، اور ہر چیز قرینہ سے رکھی ہے۔ اسی طرح آج کے دن مومن بھی اس لئے کہ سمجھتا ہے آج میرا خدا

میرے گھر آنے والا ہے اپنے بدن اور کپڑوں کی صفائی کرتا ہے اور عمدہ عمدہ کھانے پکاتا ہے۔ وہ آج اپنے لئے نئے کپڑے نہیں پہنتا بلکہ خدا کے لئے پہنتا ہے۔ وہ آج کے دن اس لئے خوشی کرتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی ملاقات کا دن ہے۔ جس سے بڑھ کر خوشی اور کوئی نہیں ہو سکتی.....پس عید کے دن جو تبدیلی مومن اپنے ظاہری لباس وغیرہ میں کرتا ہے اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ وہ سمجھتا ہے کہ چونکہ میرے باطن میں تبدیلی ہو چکی ہے اور میرا مولیٰ میرے گھر آنے لگا ہے اس لئے مجھے خوشی منانی چاہیے۔ اور خوشی کی تمام علامات ظاہر کرنی چاہئیں۔"

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ -183-184۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 20 فروری 1931ء)

عید کھانے پینے کا دن ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عید کو کھانے کا دن فرمایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس دن خوب پیٹ بھر کر کھایا جائے کیونکہ مومن اپنے ایک اندازہ سے زیادہ نہیں کھایا کرتا۔ حدیث میں آتا ہے۔ مومن اگر ایک انتڑی سے کھاتا ہے تو کافر سات انتڑیوں سے کھاتا ہے.... سو مومن کی غذا ہمیشہ ہی کم ہوتی ہے۔ پس عید کے دن کو کھانے کا دن کہنے سے یہ مراد نہیں کہ اس دن خوب پیٹ بھرو۔ یہ بات سنت انبیاء کے خلاف ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس دن مومن یہ سمجھ کر کھاتا ہے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا ہے اور اصل کھانا یہی ہے۔

سید عبد القادر جیلانیؒ کے متعلق آتا ہے انہوں نے فرمایا میں کھانا نہیں کھاتا جب تک خدا تعالیٰ مجھے الہام نہیں کرتا کہ اے عبد القادر! تجھے میری ہی ذات کی قسم کھا۔ اسی طرح آپ بہت قیمتی لباس پہنا کرتے تھے۔ لکھا ہے آپ کا ایک ایک جوڑا ہزار دینار یعنی قریباً چودہ ہزار روپیہ کی مالیت کا ہوتا تھا۔ اور آپ اسے بہت جلدی جلدی تبدیل کیا کرتے تھے۔ آپ پر جب اعتراض کیا گیا کہ یہ اسراف ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں تو کوئی کپڑا نہیں پہنتا جب تک میرا خدا مجھے نہیں کہتا کہ اے عبد القادر! تجھے میری ذات کی قسم ایسا کپڑا پہن۔ اور نہیں کھاتا جب تک خدا تعالیٰ نہیں کھلاتا۔ اولیاء اللہ تو کبھی بھی خدا کے حکم کے بغیر نہیں کھاتے اور نہیں پہنتے لیکن یہ عید کا دن ایسا ہے جب ہر مومن کو خدا کھلاتا ہے۔ پس عید کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ اس دن مومن خدا کے حکم سے کھاتا پیتا ہے نہ یہ کہ اس طرح پیٹ بھر کر کھاؤ جس طرح ہندو پانڈے کھاتے ہیں اور اصل کھانا یہی ہے جو خدا کے حکم سے کھایا جائے۔"

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 187-188۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 20 فروری 1931ء)

مومن کے لئے عید کے دن کا کھانا خدا تعالیٰ کی طرف سے دعوت ہے

"چونکہ اس دن کھانے پینے کا حکم خدا نے دیا ہے اس لئے اصل کھانا اسی دن کا ہے۔ مگر لوگوں کی ناسمجھی سے اب یہ ایک عجیب سی رسم بن گئی ہے۔ دراصل حکم یہی ہوگا کہ خدا کے لئے کھاؤ لیکن جس طرح بیوقوف ملانوں نے عید کا یہ مفہوم سمجھ لیا کہ اتنا کھانا کھانا چاہئے کہ یا تخمہ ہو جائے یا ہیضہ..... اور رسول کریم ﷺ کے اس ارشاد کا کہ یہ کھانے کا دن ہے یہی مطلب ہے کہ آج انسان خدا کے لئے کھاتا پیتا ہے یہ نہیں کہ اتنا کھاؤ کہ بدہضمی کی ڈکاریں آنی شروع ہو جائیں۔ اور عارف لوگ تو ایسے خوشی کے موقع پر اپنی مقدار کے لحاظ سے بھی کم کھاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہو رہا ہوتا ہے اور ان کا خیال اس طرف لگا ہوتا ہے کھانے کی طرف ان کا ذہن کہاں جاتا ہے...... مگر اکثر بندے چونکہ غافل ہوتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے ایسا انتظام کر دیا کہ کچھ دن مجاہدہ کے رکھ دیئے اور پھر کہا۔ آج تمہارے اس مجاہدہ کی تکمیل میں تمہاری خوشی میں ہم بھی خوشی مناتے ہیں۔ پس یہ عید ہے مومن کی اور اس کی حقیقی غرض یہی ہے کہ مومن یقین کر لیتا ہے کہ آج مجھے خدا مل گیا ہے اور آج میں جو کھانا کھاتا ہوں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے دعوت ہے۔"

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 189-192۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 20/ فروری 1931ء)

ہم لوگ کس قسم میں سے ہیں اور ہماری عید کیسی ہے

"ہمارے ملک میں ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک لونڈی تھی جو رمضان کے دنوں میں باقاعدہ اٹھ کر سحری کھایا کرتی مگر روزہ نہیں رکھا کرتی تھی۔ ایک دن اس کی مالکہ نے اسے کہا تو روزانہ سحری کے وقت اٹھتی ہے اور سحری کے باوجود روزہ نہیں رکھتی تجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ سحری کے وقت اٹھتی ہے۔ اس نے کہا بی بی! میں نماز نہیں پڑھتی، روزہ نہیں رکھتی، کیا سحری بھی نہ کھاؤں اور کافر ہی ہو جاؤں۔ گویا اس کے نزدیک اسلام کے تین رکن تھے۔ نماز، روزہ اور سحری کھانا اگر پہلے دو رکن نماز اور روزہ چھوٹ جاتے ہیں تب تو اسلام قائم رہتا ہے لیکن اگر تیسرا رکن سحری کھانا چھوٹ جائے تو انسان کافر ہو جاتا ہے یہ ہے تو لطیفہ لیکن اگر غور کیا جائے تو بہت لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ نمازیں وہ نہیں پڑھتے، روزے وہ نہیں رکھتے، مگر عید میں سب سے زیادہ خوشی مناتے بلکہ سب سے پہلے آکر شامل ہو جاتے ہیں۔ وہ عید مناتے ہیں

اور پوری طرح مناتے ہیں، نہاتے ہیں، اچھے کپڑے پہنتے ہیں، بناؤ سنگھار کرتے ہیں، خوب کھاتے پیتے ہیں گویا جو کمی نمازوں اور روزوں کی وجہ سے ان کے ایمان میں رہ گئی تھی اسے عید کے روز کھانے، پینے اور عمدہ کپڑے پہننے سے پورا کرنا چاہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اسلام کے ارکان کو پورا کر لیا۔
لیکن اس قسم کے دھوکوں کے ساتھ خدا تو دھوکے میں نہیں آسکتا اور نہ ہی ہمارے نفس کو کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ پس ہمیں اپنے دلوں میں غور کرنا چاہیے کہ ہم لوگ کس قسم میں سے ہیں اور ہماری عید کیسی ہے۔"

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 198-199۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 9 فروری 1932ء)

حقیقی عید

فرمایا:
"پس وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کی اس کے لئے تو آج خوشی ہے مگر جس نے احکام الٰہی کی پیروی نہیں کی اس کے لئے ماتم ہے۔ کیونکہ یہ حساب کا دن ہے۔ لوگ جمع ہیں، ہر ایک شخص کا لباس اور اس کی حالت بتا رہی ہے کہ وہ حساب دینے کے لئے حاضر ہے اور آج یوم حساب ہے اور اس حالت نے حشر کا نظارہ پیدا کر دیا ہے۔ پس وہ شخص جس نے کچھ کام نہیں کیا اور احکام کو نہیں مانا اس کے لئے رونے کا دن ہے نہ کہ خوش ہونے کا۔ اور جس نے ان احکام کو پورا کیا ہے میں تمہیں کہتا ہوں کہ اسی کی عید آج حقیقی عید ہے۔ اور اس کی خوشی سچی خوشی ہے۔"

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 92-94۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 29 مئی 1922ء)

شوال میں چھ روز

سامعین! رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کی بھی بہت اہمیت ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس بارے میں فرماتے ہیں:
فرمایا: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ شوال کے مہینے میں عید کا دن گزرنے کے بعد چھ روزے رکھتے تھے۔ اس طریق کا احیاء ہماری جماعت کا فرض ہے۔
ایک دفعہ حضرت صاحب نے اس کا اہتمام کیا تھا کہ تمام قادیان میں عید کے بعد چھ دن تک رمضان ہی کی طرح اہتمام تھا۔ آخر میں چونکہ حضرت صاحب کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور بیمار بھی رہتے تھے اس لئے دو تین سال بعد آپ نے روزے نہیں رکھے۔ جن لوگوں کو علم نہ ہو وہ سن لیں اور جو غفلت میں ہوں ہوشیار ہو جائیں کہ سوائے ان کے جو بیمار اور کمزور ہونے کی وجہ سے معذور ہیں چھ روزے رکھیں۔ اگر مسلسل نہ رکھ سکیں تو وقفہ ڈال کر بھی رکھ سکتے ہیں۔"

(الفضل 8/ جون 1922ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماہ شوال میں روزوں کے متعلق فرماتے ہیں۔
"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ شوال کے مہینے میں عید کا دن گزرنے کے بعد چھ روزے رکھتے تھے اس طریق کا احیاء ہماری جماعت کا فرض ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے اس کا اہتمام کیا تھا کہ تمام قادیان میں عید کے بعد چھ دن تک رمضان ہی کی طرح اہتمام تھا۔ آخر میں چونکہ حضرت صاحب کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور بیمار بھی رہتے تھے اس لئے دو تین سال بعد آپؑ نے روزے نہیں رکھے۔ جن لوگوں کو علم نہ ہو وہ سن لیں اور جو غفلت میں ہوں ہوشیار ہو جائیں کہ سوائے ان کے جو بیمار اور کمزور ہونے کی وجہ سے معذور ہیں چھ روزے رکھیں۔ اگر مسلسل نہ رکھ سکیں تو وقفہ ڈال کے بھی رکھ سکتے ہیں۔"

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 71)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی برکات سے متمتع فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز بقعۃ النور عمران۔ جرمنی)

✪✪✪✪